زندگی

منظر بھوپالی

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

اونچے اونچے ناموں کی تختیاں جلا دینا
ظلم کرنے والوں کی وردیاں جلا دینا

در بدر بھٹکنا کیا دفتروں کے جنگل میں
بیلچے اٹھا لینا ڈگریاں جلا دینا

موت سے جو ڈر جاؤ زندگی نہیں ملتی
جنگ جیتنا چاہو کشتیاں جلا دینا

پھر بہو جلانے کا حق تمہیں پہنچتا ہے
پہلے اپنے آنگن میں بیٹیاں جلا دینا

☆

گئے تھے شوق سے ہم بھی یہ دنیا دیکھنے کو
مِلا ہم کو ہمارا ہی تماشا دیکھنے کو

کھڑے ہیں راہ چلتے لوگ کتنی خاموشی سے
سڑک پر مرنے والوں کا تماشا دیکھنے کو

بہت سے آئینہ خانے ہیں اس بستی میں لیکن
ترستی ہے ہماری آنکھ چہرہ دیکھنے کو

کمانوں میں کھنچے ہیں تیر تلواریں چمکتی ہیں
ذرا ٹھہرو کہاں جاتے ہو دریا دیکھنے کو

خدا نے مجھ کو بن مانگے یہ نعمت دی ہے منظرؔ
ترستے ہیں بہت سے لوگ ممتا دیکھنے کو

☆

چلے تھے شوق سے ہم تحفۂ وفا لے کر
غموں نے لوٹ لیا نام آپ کا لے کر

یہ آگ گھر کو لگی ہے تو کیا تعجب ہے
گئی تھی روشنی مجھ سے مرا پتہ لے کر

ستارے مُوند لیں آنکھیں تو کتنا اچھا ہو
جھکا ہے وہ میرے چہرے پہ التجا لے کر

جو ہار جاتے ہیں منزل انہیں نہیں ملتی
کسی کے پاس نہ جا حرفِ التجا لے کر

میرے بدن کو سجایا گیا ہے زخموں سے
میں کیا کروں گا کوئی قیمتی قبا لے کر

بہت خراب ہے ماحول اس زمانے کا
نکلنا گھر سے ماں باپ کی دعا لے کر

اسے جھکے ہوئے سر ہی پسند آتے ہیں
حضور اس کے نہ جاتے کوئی انا لے کر

یہ شہر سنگ ہے قیمت نہیں یہاں دل کی
کہاں کھڑے ہیں جناب آپ آئینہ لے کر

یہ آسماں تری رہ گذر ہے منظرؔ
پروں کو تول اڑانوں کا حوصلہ لے کر

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

وہ ہمسفر وہ مجھے پیار کرنے والے کیا ہوئے
قدم قدم پہ جاں نثار کرنے والے کیا ہوئے

لئے ہیں خوش جمال بھی خزاں کی مزاج میں
رفاقتوں کو پُر بہار کرنے والے کیا ہوئے

رواتیوں کی آج تو بساط ہی اُلٹ گئی
شبِ فراق انتظار کرنے والے کیا ہوئے

نہ کارواں نہ ہمسفر یہ سر جھکا ہوا ہے کیوں
بتاؤ تم پہ اعتبار کرنے والے کیا ہوئے

قصیدہ خوانیاں ہنر کے دائرہ میں آگئیں
وہ سازشوں کو آشکار کرنے والے کیا ہوئے

خدانخواستہ یہ خوں بھی رائیگاں ہوا نہ ہو
طویل شب کا اختصار کرنے والے کیا ہوئے

انہیں کی دردمندیوں سے شاعری جوان تھی
ہمارے زخم دل شمار کرنے والے کیا ہوئے

سوال کیجئے منظرؔ اپنے دل سے چپ نہ بیٹھے
کہ مشکلات کو غبار کرنے والے کیا ہوئے

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

زخم کب اس نے دیئے ہیں یہ نشانی دی ہے
بھول جائیں نہ کہیں یاد دہانی کی ہے

کھڑکیوں سے وہ اشارے وہ چھتوں پر ملنا
اب تو لگتا ہے ہر ایک بات کہانی سی ہے

آگ فطرت نے لگائی ہے یہ جلنے کے لیے
حسن بخشا ہے تمہیں مجھ کو جوانی دی ہے

کچھ تو وہ ہے بھی حسیں ایسا کہ ایماں ٹوٹے
کچھ قلم نے میرے رنگین بیانی کی ہے

توڑ کر سارے کنارے نکل آئے طوفاں
یہ خبر وقت نے اشکوں کی زبانی دی ہے

اس کی یاد آئی تو اپنی بھی خبر مجھ کو نہیں
ایسا لگتا ہے شراب آج پرانی سی ہے

آپ ایمان سے پھر جائیں ملے گا سب کچھ
زندگانی بھی زر و سیم بھی پانی بھی ہے

☆

آج بہت دکھ ہے کل تو سنور جائے
جو بھی گذرنی ہے ہم پہ گذر جائے

لاکھ جتن کر کے روکے مجھے دنیا
بہتا ہوا پانی کیسے ٹھہر جائے

شام اداسی کی اتری ہے آنگن میں
تو جو ذرا ہنس دے رنگ بکھر جائے

آؤ نیا رخ دیں اپنی اڑانوں کو
چاہے اب آندھی میں جسم بکھر جائے

دل کو نہ کر قربان حرف سیاست پر
جسم بچانے میں روح نہ مر جائے

بھوک سے بچہ کا سہا ہوا چہرہ
جیسے دیا کوئی رات سے ڈر جائے

نوچ لیا دل بھی آپ نے سینے سے
درد کہاں اترے زخم کدھر جائے

لوگ بہت خوش ہیں کاغذی پھولوں سے
اب مرے زخموں پر کس کی نظر جائے

اس کے لیے کوئی شمع نہیں جلتی
کس کے لیے منظرؔ شام سے گھر جائے

All rights reserved. ©2002-2006

☆

زُلف و رُخ کے سائے میں زندگی گذاری ہے
دُھوپ بھی ہماری ہے چھاؤں بھی ہماری ہے

غم گُسار چہروں پر اعتبار مت کرنا
شہر میں سیاست کے دوست بھی شکاری ہے

موڑ لینے والی ہے ، زندگی کوئی شاید
اب کے پھر ہواؤں میں ایک بیقراری ہے

حال خوں میں ڈوبا ہے کل نہ جانے کیا ہوگا
اب یہ خوف مستقبل ذہن ذہن طاری ہے

میرے ہی بزرگوں نے سربلندیاں بخشیں
میرے ہی قبیلے پر مشق سنگ باری ہے

اک عجیب ٹھنڈک ہے اس کے نرم لہجے میں
لفظ لفظ شبنم ہے بات بات پیاری ہے

کچھ تو پائیں گے اس کی قربتوں کا خمیازہ
دل تو ہو چکے ٹکڑے اب سروں کی باری ہے

باپ بوجھ ڈھونڈتا تھا کیا جہیز دے پاتا
اس لیے وہ شہزادی آج تک کنواری ہے

کہہ دو میرؔ و غالبؔ سے ہم بھی شعر کہتے ہیں
وہ صدی تمھاری تھی یہ صدی ہماری ہے

کربلا نہیں لیکن جھوٹ اور صداقت میں
کل بھی جنگ جاری تھی اب بھی جنگ جاری ہے

گاؤں میں محبت کی رسم ہے ابھی منظرؔ
شہر میں ہمارے تو جو بھی ہے مداری ہے

☆

ہمارے دل پہ جو زخموں کا باب لکھا ہے
اسی میں وقت کا سارا حساب لکھا ہے

کچھ اور کام تو ہم سے نہ ہو سکا لیکن
تمہارے ہجر کا اک اک عذاب لکھا ہے

سلوک نشتروں جیسا نہ کیجئے ہم سے
ہمیشہ آپ کو ہم نے گلاب لکھا ہے

ترے وجود کو محسوس عمر بھر ہو گا
ترے لبوں پہ جو ہم نے جواب لکھا ہے

ہوا فساد تو اس میں نہیں کسی کا قصور
ہوائے شہر نے موسم خراب لکھا ہے

اگر یقین نہیں تو اٹھائیے تاریخ
ہمارا نام بصد آب و تاب لکھا ہے

☆

خوشبوؤں کے قاتل ہیں تتلیوں کے بیوپاری
پھر بھی راج کرتے ہیں دیکھئے تو فن کاری

زخم دیکے بھیجے ہیں دوستی کے گلدستے
بے مثال ہے صاحب آپ کی اداکاری

یہ جہیز لائے گا عمر بھر کا پچھتاوا
لڑکیوں کو مت بیچیں آپ اپنی خوداری

بھر چکی ہیں تاریخیں اپنے کارناموں سے
بے وفا سکھائیں گے کیا ہمیں وفاداری

بھوکے پیٹ اچھے ہیں ہم کھلی فضاؤں میں
تجھ کو ہی مبارک ہو تیری چار دیواری

اہل حق ندامت سے سر جھکائے پھرتے ہیں
آج کل مجاہد بھی بن گئے ہیں درباری

☆

شب غم میں سنہرے دن کی تعبیریں بناتے ہیں
کہ ہم زخموں سے مستقبل کی تصویریں بناتے ہیں

یہاں پر اہلیت کو پوچھنے والا نہیں ہے
سلامی دینے والو کی وہ تقدیریں بناتے ہیں

ہمارے سر پھرے جذبات قیدی بن نہیں سکتے
ہواؤں کے لیے کیوں آپ زنجیریں بناتے ہیں

ہزاروں لوگ خالی پیٹ ہیں اس شہر میں پھر بھی
یہاں کھادی پہن کر لوگ جاگیریں بناتے ہیں

ہمارا آج کا دکھ رہنما بیچارے کیا جانیں
یہ جادوگر تو مستقبل کی تصویریں بناتے ہیں

ہم اہل فن دلوں کو جوڑنے والے پیمبر ہیں
نہ دیواریں اٹھاتے ہیں نہ زنجیریں بناتے ہیں

یقین ہے مجھ کو بازی جیتنے کا فتح میری ہے
میں گلدستے بناتا ہوں وہ شمشیریں بناتے ہیں

☆

دن لڑکپن کے ہنس کر گذارے نہیں
ہم کو آنسو ملے ہیں ستارے نہیں

زندگی کو غریبوں کی سمجھو گے کیا
پھول تم نے چھوئے ہیں شرارے نہیں

یا تو ہر لمحہ موسم کی تھیں دستکیں
اب جو کھڑکی کھلی تو نظارے نہیں

چُبھ رہے ہیں وہی حاکم شہر کو
لفظ جو کاغذوں پر اتارے نہیں

فیصلہ کر کے اترو سمندر میں اب
تم نہیں یا نہ طوفاں کے دھارے نہیں

اپنی ہمّت پہ اڑنے کے قائل ہیں ہم
موسموں کی ہوا کے سہارے نہیں

سب کو بانٹا سیاست کی دیوار نے
جو ہمارے تھے وہ بھی ہمارے نہیں

جنگ پہ ہم کو اکسائے جس کی مدد
وہ ہیں سانپ آستیں کے سہارے نہیں

رُخ ہواؤں کے بدلے ہیں ہم نے سدا
ہم پرندے ہواؤں سے ہارے نہیں

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

اپنی عزت کی تجارت نہیں کرنے دیں گے
بے ضمیروں کو قیادت نہیں کرنے دیں گے

بادشاہت ہے یزیدوں کی زمین پر جب تک
دستِ حق پر ہمیں بیعت نہیں کرنے دیں گے

مان لیں گے مری ہر بات سیاست والے
لیکن اظہار صداقت نہیں کرنے دیں گے

حوصلہ ہو تو کرو ان سے بغاوت ورنہ
یہ جہاں والے محبت نہیں کرنے دیں گے

فاصلہ کم نہیں ہو گا کبھی دل سے دل کا
آپ اگر ہم کو شکایت نہیں کرنے دیں گے

بھائی ہم سب ہیں بنائیں گے یہ رشتہ لیکن
تم کو توہین شریعت نہیں کرنے دیں گے

تم جو سائے میں درختوں کے رہا اے منظرؔ
تجھ کو اونچا کبھی قامت نہیں کرنے دیں گے

☆

تمام عمر لڑائی لڑو اصولوں کی
کو کہ سکو تو جیو زندگی رسولوں کی

میں قبر تک تو گھسیٹا گیا ہوں کانٹوں پر
میرے مزار پر چادر چڑھاؤ پھولوں کی

یہ اس زمین کو ہوا کیا لہو کی پیاسی ہے
کبھی تھے میلے یہاں پر رُتیں تھیں جھولوں کی

بنا رہے ہر اک شہر کو تمہیں مقتل
دہائی دیتے ہو کیا امن کے اصولوں کی

چمن سے پھینک دو صحرا میں پھر بھی مہکیں گے
بدل سکو گے نہ فطرت کبھی بھی پھولوں کی

ہوا کے دم پہ یہ اترا رہے ہیں صحرا میں
کوئی بساط نہیں ورنہ ان بگولوں کی

ان کے پاؤں کے چھالوں سے پیار کرتے ہیں
کہاں سے لاؤ گے قسمتیں ببولوں کی

وفائیں کر کے بھی ہم بے وفا ہی کہلائے
یہ ہیں سزائیں بدؔر کو تمہاری بھولوں کی

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

ستمگروں کے ستم کی اڑان کچھ کم ہے
ابھی زمین کے لیے آسمان کچھ کم ہے

جو اس خیال کو بھولے تو مارے جاؤ گے
کہ اپنی سمت قیامت کا دھیان کچھ کم ہے

ہمارے شہر میں سب خیر و عافیت ہے مگر
یہی کمی ہے کہ امن و امان کچھ کم ہے

بنا رہا ہے فلک بھی عذاب میرے لیے
تیری زمین پہ کیا امتحان کچھ کم ہے

ابھی شمار کے قابل ہیں زخم دل میرے
ابھی وہ دشمن جاں مہربان کچھ کم ہے

ادھر تو درد کا پیالہ چھلکنے والا ہے
مگر وہ کہتے ہیں یہ داستان کچھ کم ہے

ہوائے وقت ذرا پیرہن کی خیر منا
یہ مت سمجھ کہ پرندوں میں جان کچھ کم ہے

☆

کیا ملا آپ ہم کو فسادات میں
دونوں ڈوبے ہیں اشکوں کی برسات میں

ہم سے پوچھو کہ دنیا سے پایا ہے کیا
درد اخلاص میں ، زخم سوغات میں

ملک و ملت کا ہمدرد کوئی نہیں
گم ہیں سب اپنے اپنے مفادات میں

ہو کے برباد بھی ہوش آتا نہیں
ہر قدم ہم اٹھاتے ہیں جذبات میں

بھوک بچوں کی سب شوخیاں کھا گئی
کیا مہکتے گلاب ایسے حالات میں

ہم سے الجھے تو مسند الٹ جائے گی
آپ رہئے ذرا اپنی اوقات میں

لگ گئی ہے دعائے بزرگان اسے
کامران ہے جو منظرؔ ہر اک بات میں

☆

حرف حرف رٹ کر بھی آگہی نہیں ملتی
آگ نام رکھنے سے روشنی نہیں ملتی

سوچنے سمجھنے کو فاصلہ ہی بہتر ہے
رات دن کی قربت سے دوستی نہیں ملتی

میٹھی میٹھی باتوں میں صرف سچ نہیں ہوتا
مصلحت پسندوں میں سرکشی نہیں ملتی

آدمی سے انساں تک آ گئے تو سمجھو گے
کیوں چراغ کے نیچے روشنی نہیں ملتی

کتنے خونِ ناحق ہیں ارتقا کی گردن پر
دیو ، جن ، پری ''قصّے'' سادگی نہیں ملتی

بے لباس ہونے سے بچ گیا تو کیا منظرؔ
آج گاؤں میں کل کی سادگی نہیں ملتی

☆

شام اترنے لگی رستوں پہ سفر باقی ہے
سو گئی دھوپ مگر داغِ جگر باقی ہے

پیٹھ پر گھاؤ ابھی تک نہیں آیا کوئی
میرے ہمدم تیرے خنجر کا ہنر باقی ہے

اس پہ بھی ہوش کے آثار نہیں ہیں ہم میں
تیغ تو ٹوٹ چکی کب کی سُپر باقی ہے

حرف آیا نہیں کردار پہ حق کے اب تک
یہ غنیمت ہے کہ صحرا میں شجر باقی ہے

جسم کی بھول بھلیاں میں مسافر گم ہیں
حسن باقی ہے نہ اب حسن نظر باقی ہے

دل میں اک آگ کا دریا ہے کہ تھمتا ہی نہیں
بُگ ہوئے راکھ ستاروں کا سفر باقی ہے

کیا ہوئے مل کے محبت سے وہ رہنے والے
وہ میرا گاؤں وہ بستی وہ نگر باقی ہے

☆

وطن نصیب کہاں اپنی قسمتیں ہوں گی
جہاں بھی جائیں گے ہم ساتھ ہجرتیں ہوں گی

کبھی تو صاحبِ دیوار و در بنیں گے ہم
کبھی تو سر پہ ہمارے نئی چھتیں ہوں گی

یہ اشک ترے میرے رائیگاں نہ جائیں گے
انہیں چراغوں سے روشن محبتیں ہوں گی

تری ادا میں ہے انکار بھی اجازت بھی
جو ہم ملیں گے تو دوری نہ قربتیں ہوں گی

کھلونے دیکھ کر دکانوں میں رو پڑا بچپن
تمام کب یہ ہماری اذیتیں ہوں گی

عمل درست کریں اپنے رہنمائے کرام
کہوں گا صاف تو سب کو شکایتیں ہوں گی

ہم ان کے سامنے سچ بولنے کے مجرم ہیں
ہمیں پہ وقت کی ساری عنایتیں ہوں گی

ہمیں تو اپنے مسائل کا حل بھی ہے درکار
تمہارے پاس تو خالی بشارتیں ہوں گی

وہاں پہ قافلے بھٹکیں گے طے ہے یہ منظرؔ
جہاں اصول سے خالی قیادتیں ہوں گی

ابھی تو قید ہیں جذبوں کی آندھیاں دل میں
ہمارا صبر جو ٹوٹا قیامتیں ہوں گی

☆

ہاتھ میں سورج لیے رستہ بھی دکھلاتے ہیں دن
یہ عجوبہ ہے مگر راتوں سے شرماتے ہیں دن

مل گئی جو صحبتِ یاراں غنیمت جانیئے
پھر نہیں آتے پلٹ کر جب چلے جاتے ہیں دن

زندگانی میں کسی کا ساتھ مل جائے اگر
چاند بن جاتی ہیں راتیں پھول بن جاتے ہیں دن

رات کو خوابوں کی راہیں ترے گھر تک جائیں گی
شام تک ایک ایک لمحہ لمحہ کو ترساتے ہیں دن

آئینے دُھلتے ہیں جب ہوتی ہے بارش مہرباں
سبز ہوتا ہے بدن موسم پہ جب آتے ہیں دن

وقت اس کے ساتھ کچھ محسوس ہوتا ہی نہیں
جانے کس پل میں نہ جانے کب گذر جاتے ہیں دن

رات کو بانہوں میں ہی ملتا ہے تھوڑا سا سکوں
گھاؤ دیتے ہیں کبھی ذہنوں کو سلگاتے ہیں دن

☆

کوئی بچنے کا نہیں سب کا پتہ جانتی ہے
کس طرف آگ لگانا ہے ہوا جانتی ہے

اُجلے کپڑوں میں رہو یا کہ نقابیں ڈالو
تم کو ہر رنگ میں خلقِ خدا جانتی ہے

روک پائے گی نہ زنجیر نہ دیوار کوئی
اپنی منزل کا پتہ آہِ رسا جانتی ہے

ٹوٹ جاؤں گا، بکھر جاؤں گا، ہاروں گا نہیں
میری ہمت کو زمانے کی ہوا جانتی ہے

آپ سچ بول رہے ہی تو پشیماں کیوں ہیں
یہ وہ دنیا ہے جو اچھوں کو برا جانتی ہے

آندھیاں زور دکھائیں بھی تو کیا ہوتا ہے
گُل کھلانے کا ہنر بادِ صبا جانتی ہے

آنکھ والے نہیں پہچانتے اس کو منظرؔ
جتنے نزدیک سے پھولوں کی ادا جانتی ہے

☆

اس کی جانب سے وفا ہو کبھی ایسا بھی تو ہو
بے طلب جلوہ نما ہو کبھی ایسا بھی تو ہو

میری آنکھوں سے گرے آپ کے ہاتھوں میں رَچے
یہ لہو مثلِ حنا ہو کبھی ایسا بھی تو ہو

زر موسم کے سوا کچھ نہیں دیکھا ہم نے
برگِ امید ہرا ہو کبھی ایسا بھی تو ہو

یہ بہانے تو ترے روز کا قصہ ٹھہرے
تجھ سے وعدہ بھی وفا ہو کبھی ایسا بھی تو ہو

دیوتا بن کے سزاؤں سے بچا رہتا ہے
تجھ سے بھی کوئی خطا ہو کبھی ایسا بھی تو ہو

زندگی ہے میری ترسی ہوئی تنہا کب سے
جام ہو تو ہو، گھٹا ہو کبھی ایسا بھی تو ہو

کیوں چلیں آپ بزرگوں کی روِش پر منظرؔ
اس سے تکرار ذرا ہو کبھی ایسا بھی تو ہو

☆

یہ میرا نغمہ پیام دوستی لے جائے گا
جائے گا سورج جہاں بھی روشنی لے جائے گا

معجزہ دکھلائے گا دستِ مسیحا ایک دن
میرے دل سے زخم آنکھوں سے نمی لے جائے گا

خوف تھا اپنوں سے لیکن یہ خبر مجھ کو نہ تھی
لوٹ کر خوشیاں مری اک اجنبی لے جائے گا

لفظ حیران استعارے دم بخود رہ جائیں گے
وہ ابھی چہرہ دکھا کر شاعری لے جائے گا

دیکھنا مغرور چہروں کی چمک بجھ جائے گی
وقت جس دن شہرتوں کی چاندنی لے جائے گا

کتنی ہی قوت دکھائے لشکرِ ابن زیاد
جنگ پر سبقت مگر ابنِ علی لے جائے گا

اس سے مت نظریں ملا چڑھتا ہوا سورج ہے وہ
چھین کر آنکھوں سے تیری روشنی لے جائے گا

☆

دوستو! جب نفرتوں میں مبتلا ہو جاؤ گے
اپنے پرکھوں کی زمینوں سے جدا ہو جاؤ گے

کیا خبر تھی سایہ بن کر تم جدا ہو جاؤ گے
اِک ذرا سی بات پر اتنے خفا ہو جاؤ گے

آدمی بن کر جدھر جاؤ گے غم ہاتھ آئیں گے
تم اگر پتھر بنو گے تو خدا ہو جاؤ گے

دل کے دروازہ پر یوں تلوار سے دستک نہ دو
آ گیا سیلاب جو باہر فنا ہو جاؤ گے

پیار سے بڑھ کر نہیں دنیا میں کوئی روشنی
پی گئے یہ روشنی تو آئینہ ہو جاؤ گے

راہ اپنی خود بناؤ سب کے پیچھے مت چلو
زندگی بھر کو اسیرِ نقشِ پا ہو جاؤ گے

یہ چمک یہ رونقیں سب کچھ ہیں آنکھوں کا فریب
گاؤں سے نکلے تو شہروں کی غذا ہو جاؤ گے

گفتگو میٹھی کرو ہر شخص سے جھک کر ملو
دشمنوں کے واسطے بھی دلربا ہو جاؤ گے

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

نام جس کا گلشن میں رُت بہار والی ہے
میری آرزؤں پر اس نے خاک ڈالی ہے

رات بن کے آئی ہے صبح شہر میں اپنے
روشنی کہاں ڈھونڈیں روشنی بھی کالی ہے

یوں تو پیار لوگوں کا میرے ساتھ ہے لیکن
ماں تیری دعاؤں کی بات ہی نرالی ہے

کاغذی بہاروں کو خونِ دل سے مہکا کر
ہم نے تیرے وعدوں کی آبرو بچا لی ہے

جان بوجھ کر اس نے دی شرر کو آزادی
جانتا تھا وہ گھر میں آگ لگنے والی ہے

عطر اس کی سانسوں کا گھل رہا ہے سینوں میں
زندگی کی یہ ساعت کس قدر نرالی ہے

چاروں اوڑ تلواریں سر پہ دیکھ کر منظرؔ
ہم شکست خوردوں نے پھر سُپر اٹھالی ہے

☆

اک مکاں اور بلندی پہ بنانے نہ دیا
ہم کو پرواز کا موقعہ ہی ہوا نے دیا

تو خدا بن کے مٹائے گا ہمیں ہی ایک دن
سر ترے در پہ اسی ڈر نے جھکانے نہ دیا
متحد ہونے کا موقعہ ہی ہوا نے نہ دیا

تم پہ چھا جاتے شجر بنتے جو ننھے پودے
تم نے اچھا ہی کیا پاؤں جمانے نہ دیا

وہ تو آمادہ تھا بندوں کی شکایت سن کر
کچھ فرشتوں نے زمین پر اسے آنے نہ دیا

آپ ڈرتے ہیں کہ کھل جائے نہ اصلی چہرہ
اس لیے شہر کو آئینہ بنانے نہ دیا

☆

ظلم ہیں اعتبار سے باہر
غم ہیں اب کے شمار سے باہر

سوچنا کفر ہے محبت میں
آ بھی جاؤ حصار سے باہر

میری گستاخیاں معاف کریں
دل ہے اب اختیار سے باہر

اور بھی آسمان باقی ہیں
دیکھئے تو حصار سے باہر

خواب اس نے دکھائے تھے ورنہ
کب خزاں تھی بہار سے باہر

زندگی سے وفا پڑی مہنگی
زخم پائے شمار سے باہر

☆

آنکھ بھر آئی کسی سے جو ملاقات ہوئی
خشک موسم تھا مگر ٹوٹ کے برسات ہوئی

دن بھی ڈوبا کہ نہیں یہ مجھے معلوم نہیں
جس جگہ بجھ گئے آنکھوں کے دیئے رات ہوئی

کوئی حسرت کوئی ارمان کوئی خواہش ہی نہ تھی
ایسے عالم میں مری خود سے ملاقات ہوئی

ہو گیا اپنے پڑوسی کا پڑوسی دشمن
آدمیت بھی یہاں نذر فسادات ہوئی

اِسی ہونی کو تو قسمت کا لکھا کہتے ہیں
جیتنے کا جہاں موقع تھا وہیں مات ہوئی

اس طرح گذرا ہے بچپن کہ کھلونے نہ ملے
اور جوانی میں بڑھاپے سے ملاقات ہوئی

☆

مستقل تیروں کی بوچھاڑیں نہیں
زخم کھائے ہمتیں ہاریں نہیں

جب تھیں دیواریں تو گھر میں در نہ تھا
اب جو در آیا تو دیواریں نہیں

اڑ گئی غزلوں کی رنگینی تمام
پھول سے جسموں کی مہکاریں نہیں

اب کٹے ہاتھوں کا ہے اک سلسلہ
اب ہمارے ساتھ تلواریں نہیں

اپنا سرمایہ ہیں کردار و ضمیر
اپنی دولت بلڈنگیں کاریں نہیں

سر جھکا کر کر رہے ہیں احتجاج
آپ کے لہجہ میں للکاریں نہیں

☆

اندھیر قیامت کا دیکھا ہے اُجالے میں
مظلوم کو ظالم نے لوٹا ہے اُجالے میں

قسمت کی سیاہی میں وہ ساتھ نہیں دے گا
ہمراہ تمہارے جو سایا ہے اُجالے میں

اب شرم و ندامت کا احساس نہیں ہم میں
دولت سے ضمیروں کا سودا ہے اُجالے میں

پردے کی وراثت کے وارث بھی بہک اٹھے
اب حسن ہر اک گھر کا رسوا ہے اُجالے میں

راتوں کو جو بناتا ہے قتل کے منصوبے
وہ رُوپ مسیحا کا لگتا ہے اُجالے میں

حل ہو گیا مسائل کیا اس راہ نما سے جو
ڈرتا ہے اندھیروں سے رہتا ہے اُجالے میں

سچائی اندھیرے میں دفنا دی گئی منظرؔ
رنگین فریبوں کا چہرہ ہے اُجالے میں

☆

اب بسیرا ہے غم کی کھولی میں
میرا گھر جل گیا ہولی میں

کیا امیدیں رکھیں کرشموں کی
جھانک آئے ہیں سب کی جھولی میں

ڈال دی خاک اس نے رشتوں پر
اب مٹھاسیں کہاں نبولی میں

اب بہاریں ہیں پُورے جوبن پر
گُل سلنے لگے ہیں چولی میں

باپ یوں رو دہا وداعی پر
موت بیٹھی ہو جیسے ڈولی میں

اس سیاست نے سب بجھا ڈالے
چاند تارے تھے میری جھولی میں

☆

راز یہ سمجھے نہیں میرے گھرانے والے
سب کے دشمن ہیں فسادات کرانے والے

ان کا گھر ان کے بھی بچے ہیں اسی بستی میں
سوچتے کیوں نہیں یہ آگ لگانے والے

میں ہوں فنکار تو چمکے گا یہ فن کا مہتاب
خاک اُڑاتے رہیں یہ خاک اُڑانے والے

پیار سے ملتے ہیں نفرت سے بچھڑ جاتے ہیں
یہ سبق دے گئے جاتے ہوئے جانے والے

یہ ترا گھر ہے یہاں پر بھی چراغاں کر دے
میرے دل میں بھی ٹھہر شمع جلانے والے

کیا یہ دنیا ہوئی اب اہلِ وفا سے خالی
اب تو ملتے ہی نہیں دل میں سمانے والے

آج پھر قتل کے الزام سے بچنے کے لیے
رو رہے ہیں مجھے سُولی پہ چڑھانے والے

ہم سے زندہ ہے یہ تہذیبِ غزل اے منظرؔ
ہم بھی ہیں میرؔ کے غالبؔ گھرانے والے

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

زمانے بدلے لہو سے شرافتیں نہ گئیں
ہمارے دل سے بزرگوں کی عظمتیں نہ گئیں

یہاں بدل گیا ماں باپ کے سوا سب کچھ
اسی عظیم محبت کی لذتیں نہ گئیں

بلا سے چھن گئی جنت مگر وہی ہے مزاج
اُس آدمی کے لہو سے بغاوتیں نہ گئیں

جلا کے اوروں کے گھر تاپتے ہیں ہاتھ اپنے
ہمارے راہ نماؤں کی عادتیں نہ گئیں

ہم اب بھی سچ کے لیے ہنس کے جاں دیتے ہیں
گئے حسینؓ پر ان کی علامتیں نہ گئیں

جہیز لینا فسادوں میں مبتلا رہنا
ہمارے ملک سے اب تک یہ لعنتیں نہ گئیں

ہر ایک بار پلٹ کر ہمیں پہ وار کیا
کہ بھائی بن کے بھی سانپوں کی عادتیں نہ گئیں

ہم اپنی قوم کی خدمت میں مر مٹے منظرؔ
ہماری ذات سے لیکن شکائتیں نہ گئیں

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

ظلمت کو کبھی صبح کا معیار نہ مانے
سولی پہ چڑھے صاحبِ کردار نہ مانے

پستی سے بلندی کے لیے راہ نکالی
لڑتے رہے تقدیر سے ہم ہار نہ مانے

چاہا تھا کہ میں اداسی کو چھپا لوں
روتے ہوئے گھر کے در و دیوار نہ مانے

بن سکتی ہے سورج کا بدل شمع کی نو بجھی
خونخوار ہواؤں سے اگر ہار نہ مانے

سمجھو کہ شعور آپ کو منزل کا ملا ہے
جب عزم کسی راہ کو دشوار نہ مانے

پھر جان ہی دیدیجئے کیا کہے گا منظرؔ
سو بار منانے سے اگر ہار نہ مانے

☆

جب سے باطن میں سفر کرنے لگے
اپنے ہی سائے سے بھی ہم ڈرنے لگے

اس نے پُل باندھے روانی روک دی
پتھروں میں ہم جو گھر کرنے لگے

دیکھ کر وہ موتیوں جیسی ہنسی
بجلیوں کے قافلے ڈرنے لگے

نوچ ڈالے پھر تمہاری یاد نے
کچھ پرانے زخم جب بھرنے لگے

آپ کا دامن ہے بالکل پاک صاف
آئینہ سے آپ کیوں ڈرنے لگے

☆

آنکھ نم ہے تو پیاس اب کیوں ہے
ناؤ پانی میں تشنہ لب کیوں ہے

روشنی بانٹ دی ہے جب تم نے
پھر میرے گھر میں تیرہ شب کیوں ہے

پیار تہذیب ہے جوانی کی
میں نے چاہا تو یہ غضب کیوں ہے

غم زمانے میں ہیں تو خوشیاں بھی
تیرے جینے کا ایک ڈھب کیوں ہے

کون سمجھائے اِن بزرگوں کو
آج کی نسل بے ادب کیوں ہے

آپ گھر آئے شکریہ لیکن
مہربانی یہ بے سبب کیوں ہے

صاف کہیے کہ لوگ بھی سن لیں
بات سچ ہے تو زیر لب کیوں ہے

بے تعلق ہوا اس سے جب منظر
یہ تڑپ کیوں ہے یہ طلب کیوں ہے

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

ستم کی دھوپ میں اب کے پڑاؤ ہے اپنا
اسی حسیں کی طرف پھر جھکاؤ ہے اپنا

نگاہِ غیر کی ہمدردیاں قبول نہیں
علاج خود کریں گے کہ گھاؤ ہے اپنا

یہیں پہ دھونی رمائی ہے آرزوؤں نے
شبِ الم میں یہی دل الاؤ ہے اپنا

یہاں اجالوں کی برسات ہونے والی ہے
اندھیرے کہتے ہیں اب چل چلاؤ ہے اپنا

جوابِ یار پہ ہم منحصر نہیں رہتے
وفا، خلوص ، محبت سبھاؤ ہے اپنا

خزاں رسیدہ زمینوں کو کیا کریں سیراب
کہ ریگ زار کی جانب بہاؤ ہے اپنا

فساد و جنگ نہیں گفتگو کی راہ چلو
زمانے بھر کے لیے یہ بجھاؤ ہے اپنا

ذرا سی وقعت و شہرت ملی ہے جو منظرؔ
کچھ اپنے شعر ہیں کچھ رکھ رکھاؤ ہے اپنا

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

پڑے ہیں زخم خوردہ مہربانی مانگنے والے
بہت نادم ہیں اس سے زندگانی مانگنے والے

یہاں تو سب کی خواہش ایک سی ہے روٹیاں سکّے
میرے بُک میں نہیں خواب جوانی مانگنے والے

خوشی سے جان دیں گے بابری مسجد نہیں دیں گے
یہ عزت کی نشانی ہے نشانی مانگنے والے

کوئی تخلیق ہو خون جگر سے جنم لیتی ہے
کہانی لکھ نہیں سکتے کہانی مانگنے والے

لگائیں جو سروں کی بازیاں یہ کام ان کا ہے
امامت کیا کریں گے جھک کے پانی مانگنے والے

☆

روایتوں کو نئی رہگذار دکھلاؤں
کہ اب اسے بھی ذرا انتظار دکھلاؤں

ابھی تو راکھ میں خاموش ہے وجود مرا
ذرا ہوا تو چلے پھر شرار دکھلاؤں

ہر اک شخص کو رسماً ہے مجھ سے ہمدردی
کسے کسے میں دلِ داغدار دکھلاؤں

اگر یقین ہو انصاف کا تو پھر اس کا
دلوں کی دھجیاں جسموں کے تار دکھلاؤں

میں چاہتا ہوں کہ دامن میں ان کے پھول بھروں
وہ چاہتے ہیں کہ خنجر کی دھار دکھلاؤں

اسے بھی کاش کہ میری نگاہ مل جائے
چمن کے سینہ پہ زخمِ بہار دکھلاؤں

☆

مرے غم نے دکھایا یہ کمال آہستہ آہستہ
غرورِ حسن پہ آیا زوال آہستہ آہستہ

سلگتی ہے فضائے حال مستقبل کا کیا ہو گا
کچوکے دے رہا ہے یہ سوال آہستہ آہستہ

ٹھہر نقصاں اٹھائے گا ذرا سی جلدبازی میں
ہواؤں کے مقابل پر نکال آہستہ آہستہ

مری تقدیر چمکے گی نہ وہ وعدے وفا ہونگے
گذرتے جائیں گے یہ ماہ و سال آہستہ آہستہ

چھڑا دیں گے تیرے ہاتھوں سے دامن بے خیالی کا
تجھے ہو گا ہمارا بھی خیال آہستہ آہستہ

تڑپنے پر ہماری اس طرح مڑ مڑ کے مت دیکھو
طبیعت ہو ہی جائے گی بحال آہستہ آہستہ

غزل کہنا بھی منظر ایک کارِ صبر و ہمت ہے
کہ حاصل آپ کو ہو گا کمال آہستہ آہستہ

☆

یاد کا ایک لمحہ سزا دے گیا
کتنی چنگاریوں کو ہوا دے گیا

جس پہ موسم کا کوئی اثر ہی نہیں
وہ مجھے زخم ایسا ہرا دے گیا

کتنا چالاک تھا میرا دشمن مجھے
پہلے احساس پھر آئینہ دے گیا

لغزشِ باکمال ہنر بن گئی
دل جو بہکا نیا راستہ دے گیا

بے نیازی سے چھو کر ہمیں وہ حسیں
گمشدہ خواہشوں کا پتہ دے گیا

آرزوؤں کے غنچے چٹکنے لگے
کس کا پیغام دستِ صبا دے گیا

سبز ہونے لگا اعتبارِ غزل
وقت منظر کو ایسی فضا دے گیا

☆

پھانس ذہنوں میں جو ذرا سی ہے
دوستوں کے لہو کی پیاسی ہے

جرم لگتا ہے مسکرانا بھی
کس قیامت کی یہ اداسی ہے

دوست دل میں کم ہی ملتے ہیں
ہر تعلق یہاں سیاسی ہے

حال کیا پوچھتے ہو دنیا کا
ایک تصویرِ بدحواسی ہے

حسن سے عشق میں انا کی
ہر تمنا اسی کی اداسی ہے

ڈھانپ کر بھی بدن برہنہ ہیں
اب لباسوں میں بے لباسی ہے

ہر نئے سال کی طرح منظرؔ
اب کے بھی یہ بہار باسی ہے

☆

جب ہے دریا تو عصا بھی چاہیے
خواہشوں کو راستہ بھی چاہیے

صرف راحت بے حسی کا نام ہے
زندگی کو حادثہ بھی چاہیے

پاس ہو تم پھر بھی باقی ہے حجاب
اک اجازت کی ادا بھی چاہیے

سر بلندی ہے مقدر سے مگر
کچھ بزرگوں کی دعا بھی چاہیے

کیوں خزانے کی طرح محفوظ ہو
ذہن کو تازہ ہوا بھی چاہیے

پاؤں پھیلانے سے پہلے دوستو
اپنی چادر دیکھنا بھی چاہیے

برہمی ہے آپ کو تنقید سے
اور ضد ہے آئینہ بھی چاہیے

پر ضروری ہیں اڑانوں کے لیے
دل میں لیکن حوصلہ بھی چاہیے

آرزوئیں دے کے بے پروا نہ ہو
ان چراغوں کو ضیاء بھی چاہیے

لے نہ ڈوبے فتح مندی کا غرور
تجھ کو منظرؔ ہارنا بھی چاہیے

☆

چونکانے قیامت میرے گھر تک نہیں آئی
کیوں موج لہو کی مرے سر تک نہیں آئی

ایک ایک یقین توڑ دیا آپ نے آخر
وعدوں کی کوئی رات سحر تک نہیں آئی

منوائے گی طاقت سے یہ ہم جان گئے ہیں
یہ قوم جو انصاف کے گھر تک نہیں آئی

وہ کہتے ہیں غم میرے اجڑنے کا ہے لیکن
چہرے پہ اداسی تو نظر تک نہیں آئی

آتی تو سنور جاتے غریبوں کے مکاں بھی
تقدیر مگر دستِ ہنر تک نہیں آئی

طوفان میں ابھی پار اترنے کا ہے موقع
کچھ سوچ لو ندّی ابھی سر تک نہیں آئی

منظؔر جی تواضع کے لیے زخم بہت ہیں
وہ چشم نمک پاش جگر تک نہیں آئی

☆

اپنے اسلاف کی عظمت کے پرستار ہیں ہم
سگِ دربار نہیں صاحبِ کردار ہیں ہم

کفر ہم پر کبھی شب خون کا ارادہ نہ کرے
کہہ دو راتوں کے اندھیروں سے کہ بیدار ہیں ہم

ہم سے شرماتا ہے آئینہ مقابل آ کر
بے وفا ہیں نہ منافق نہ اداکار ہیں ہم

ہم کو ایمان کی طاقت پہ بھروسہ ہے بہت
ظلم کے واسطہ اللہ کی تلوار ہیں ہم

چودہ صدیوں سے اجڑنے کا تسلسل ہے وہی
جلتے خیموں کی قسم بے درودیوار ہیں ہم

ہم بھی ہیں وارثِ خطبات جناب زینب
کوفۂ وقت می مانا سرِ بار ہیں ہم

ہار جاؤ گے محبت سے ہماری اک دن
تم کہاں تک یہ پکارو گے کہ غدار ہیں ہم

آپ جو کچھ تھے وہی ہم نے بنائی تصویر
یہ گناہ ہے تو حقیقت ہیں گنہگار ہیں ہم

عیش خیرات میں کو ہم کو نہ گوارا ہو گا
عمر بھر غم پہ گذاریں گے وہ خوددار ہیں ہم

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

اندیشے ہیں لوگوں کو ترے باب میں کتنے
پیوند ہیں کردار کے کم خواب میں کتنے

منبر پر کھڑے ہو کر یہ سچائی بھی کہیے
سر کٹ گئے اس سایہ محراب میں کتنے

جب جنگ لڑی جائے گی تب ہم پہ کھلے گا
ہیں واقعی احباب ان احباب میں کتنے

پڑھتے ہیں مزلے کے ہم اخبار کی خبریں
سیلاب میں کتنے مرے پنجاب میں کتنے

اب ایک سلگتی ہوئی ویرانی ملے گی
کل خواب تھے اس دیدۂ بے خواب میں کتنے

☆

زخم کھا کر شباب میں ہم تم
پڑ گئے کس عذاب میں ہم تم

نیند میں بھی وہی کہانی ہے
بچھڑے جاتے ہیں خواب میں ہم تم

دوڑ پڑنا نہ دیکھ کر دریا
چل رہے ہیں سراب میں ہم تم

چپ رہے تو جہاں مٹا دے گا
اٹھ کھڑے ہوں جواب میں ہم تم

وہ لکھا ہے جو ہو نہیں سکتا
کیا پڑھیں اب کتاب میں ہم تم

مسئلے ہیں کہ حل نہیں ہوتے
کب سے ہیں پیچ و تاب میں ہم تم

☆

یہاں خوابوں کی ارزانی بہت ہے
اس آبادی میں ویرانی بہت ہے

سروں پر خواب اوڑھے جا رہے ہیں
یہاں سورج کی تابانی بہت ہے

مبارک تم کو خوشیوں کے خزانے
مجھے تو غم کی سلطانی بہت ہے

ہوس دریا کی ہو گی اہل زر کو
ہمیں دو گھونٹ ہی پانی بہت ہے

قصیدے پڑھنے والوں میں نہیں ہوں
مجھے تو چاک دامانی بہت ہے

پرندے زخم کھا کر اڑ رہے ہیں
ہواؤں کو پشیمانی بہت ہے

میں سچے لفظ ہی لکھتا ہوں منظرؔ
مری باتوں میں نادانی بہت ہے

☆

ہم اپنے آپ کی پہچان لے کے آئے ہیں
نئے سخن نئے امکان لے کے آئے ہیں

ہوا نے وار کیا تو جواب پائے گی
کہ ہم چراغ بھی طوفان لے کے آئے ہیں

چراغ قرب سے کر دیجئے انہیں روشن
بجھے بجھے سے کچھ ارمان لے کے آئے ہیں

جواب دے نہ سکے گا ہماری باتوں کا
کہ آپ آئینہ حیران لے کے آئے ہیں

ان آنسوؤں کا کوئی قدردان مل جائے
کہ ہم بھی میرؔ کا دیوان لے کے آئے ہیں

ہمارے پاس فقط دھوپ ہے خیالوں کی
جھلستے خوابوں کی دکان لے کے آئے ہیں

یہ زخم دل نہیں احسان کی نشانی ہے
ہم اس نگاہ کا احسان لے کے آئے ہیں

جو پارسا ہو تو کیوں امتحاں سے ڈرتے ہو
ہم اعتبار کا میزان لے کے آئے ہیں

انہیں پہ سارے مصائب کا بوجھ رکھا ہے
جو ترے شہر میں ایمان لے کے آئے ہیں

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

اب اگر عظمت کردار بھی گر جائے گی
آپ کے سر سے یہ دستار بھی گر جائے گی

بہتے دھارے تو پہاڑوں کا جگر چیرتے ہیں
حوصلہ کیجئے یہ دیوار بھی گر جائے گی

سرفروشی کا جنوں آپ میں جاگا جس دن
ظلم کے ہاتھ سے تلوار بھی گر جائے گی

ہم سے ہوں گے نہ ہو بیچنے والے جس دن
دیکھنا قیمت گلزار بھی گر جائے گی

ریشمی لفظوں میں قاتل سے نہ باتیں کیجئے
ورنہ شانِ لب گفتار بھی گر جائے گی

روشنی کے لیے شعلوں میں نہا لو ورنہ
اب کے سر پر یہ شب تار بھی گر جائے گی

صنعت تیشہ گری اتنی نہ ارزاں کیجئے
ایک دن قیمت بازار بھی گر جائے گی

اپنے پُرکھوں کی وراثت کو سنبھالوں ورنہ
اب کی بارش میں یہ دیوار بھی گر جائے گی

ہم نے یہ بات بزرگوں سے سنی ہے منظرؔ
ظلم ڈھائے گی تو سرکار بھی گر جائے گی

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

لے گیا چھاؤں ہر ایک سر اجالے کر کے
چل دیا وہ ہمیں سورج کے حوالے کر کے

تری تقسیم میں انصاف کی بو باس نہیں
رزق دیتا ہے غریبوں کو نوالے کر کے

ایک دو دن ہے تمہاری یہ ملاقات کی دھوپ
پھر چلے جاؤ گے دن تم میرے کالے کر کے

کچھ نئی بات کرو اس کی توجہ کے لیے
دوستو دیکھ لیا ہم نے تو نالے کر کے

میں دنیا میں ہی دوزخ کی اذیت پا لی
اپنے احساس کو رشتوں کے حوالے کر کے

☆

قصے تمام آپ نے یوں پاک کر دیئے
بستی کے سب شکستہ مکا خاک کر دیئے

آنسو یہ پونچھ جائے گا رومال دھوپ کا
رخسار گل جو اوس نے نمناک کر دیئے

دشمن سمجھ رہے تھے کہ ہم ہار جائیں گے
زخموں نے ذہن اور بھی بے باک کر دیئے

آ آ کے لفظ ہم کو لگے تیر کی طرح
باتوں نے تیری سینہ و دل چاک کر دیئے

تم آ ڈلے کے دھرم کی فرعون سے بڑھ گئے
کیا کیا مہہ و نجوم تہہ خاک کر دیئے

بپھرے سمندروں کو جنوں پار کر گیا
غرقاب اس نے عقل کے پیراک کر دیئے

☆

جوان ہوتی ہوئی لڑکیاں ہیں اور میں ہوں
بلا کی بہکی ہوئی آندھیاں ہیں اور میں ہوں

جدھر بھی دیکھو ادھر چاند جگمگاتے ہیں
کہ شہر بھر کی کھلی کھڑکیاں ہیں اور میں ہوں

میری صداؤں کے خنجر مجھے ہی لگتے ہیں
یہ پتھروں کی نئی بستیاں ہیں اور میں ہوں

یہ میری ذات ہے مرکز ایک طوفاں کا
مجھے جنجھوڑتی تبدیلیاں ہیں اور میں ہوں

چراغ رہگذر بن کے یہ صلہ پایا
ہوا کی چاروں طرف برچھیاں ہیں اور میں ہوں

مجھے نجات کی گنگا کہیں نہیں ملتی
حسین خوابوں کی یہ استھیاں ہیں اور میں ہوں

یہ میرے پاؤں کے چھالے یہ تشنگی یہ دھوپ
وہی سفر ہے وہی سختیاں ہیں اور میں ہوں

ادھر کسی کو میسر ہے سیج پھولوں کی
زمانے بھر کی پرچھائیاں ہیں اور میں ہوں

مزا تھا سیرِ چمن کا کسی کی بانہوں میں
مہکتی پھولوں بھری ڈالیاں ہیں اور میں ہوں

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

بے عمل کو دنیا میں راحتیں نہیں ملتیں
دوستوں کو دعاؤں سے جنتیں نہیں ملتیں

جو پرند آندھی کا سامنا نہیں کرتے
ان کو آسمانوں کی رفعتیں نہیں ملتیں

اس نئے زمانے کے آدمی ادھورے ہیں
صورتیں تو ملتی ہیں سیرتیں نہیں ملتیں

آنسوؤں کا ظالم پر کچھ اثر نہیں ہوتا
موتیوں کو اس در سے قیمتیں نہیں ملتیں

کیا خوشی سمٹے گی زندگی کے دامن سے
آدمی کو اب غم سے فرصتیں نہیں ملتیں

زندگی کا اک اک پل غم کے پاس گروی ہے
اس کے ساتھ سہنے کی ساعتیں نہیں ملتیں

اپنے بل پہ لڑتی ہے اپنی جنگ ہر پیڑھی
نام سے بزرگوں کے عظمتیں نہیں ملتیں

اس چمن میں گل بوٹے خون سے بھی نہاتے ہیں
سب کو ہی گلابوں کی قسمتیں نہیں ملتیں

شہرتوں پہ اترا کر خود کر جو خدا سمجھیں
منظر ایسے لوگوں کی قربتیں نہیں ملتیں

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

اس کے ہاتھوں میں لٹے گا وہ گھرانا تم ہو
کوئی دشمن نہیں تیروں کا نشانہ تم ہو

سر جھکاؤ نہیں تاریخ بنانے والو
جرأت و حق و شجاعت کا خزانہ تم ہو

یاد رکھنا تمہیں قرآن نے بشارت دی ہے
تم مٹو گے نہیں تقدیر زمانہ تم ہو

ختم ہونا ہے تمہیں پر تو بہاروں کا سفر
وقت کے آخری موسم کا ٹھکانہ تم ہو

اور منظر تو ہیں بینائی جلانے والے
میری آنکھوں کے لیے خواب سہانا تم ہو

☆

زندگی جینے کا پہلے حوصلہ پیدا کرو
صرف اونچے خوب صورت خواب مت دیکھا کرو

دکھ اندھیروں کا اگر مٹتا نہیں ہے ذہن سے
رات کے دامن کو اپنے خون سے اجلا کرو

خود کو پوشیدہ نہ رکھو بند کلیوں کی طرح
پھول کہتے ہیں تمہیں سب لوگ تو مہکا کرو

زندگی کے نام لیوا موت سے ڈرتے نہیں
حادثوں کا خوف لے کر گھر سے مت نکلا کرو

رہنما یہ درس ہم کو دے رہے ہیں آج کل
بیچ دو سچائیاں ایمان کا سودا کرو

طیش میں آنے لگے تم تو مری تنقید پر
اس قدر حساس ہو تو آئینہ دیکھا کرو

☆

تمہیں چھونے کا مطلب روشنی سے جگمگانا ہے
تمہارا جسم کیا ہے بجلیوں کا آشیانہ ہے

یہ تیور بے رُخی کے دوستو چہرے سے دھو ڈالو
اگر آنکھوں میں بسنا ہے اگر دل میں سمانا ہے

ستارے آنسوؤں کے پھول زخموں کے سجا ڈالو
چمن ویران مت رکھنا بہاروں کا زمانہ ہے

سیاست نے دل انسان میں نفرت بوئی ہے ورنہ
یہ خوشبوؤں کا مسکن ہے بے رنگوں کا خزانہ ہے

وہ سارے پھول سے چہرے تلاش رزق میں گم ہیں
جنھیں تتلی پکڑنا ہے جنہیں اسکول جانا ہے

یہاں تو پیار کرنے کے لیے بھی چاہیے موسم
ابھی سینے سے مت لگیے ابھی دل بے ٹھکانہ ہے

چراغ و برگ دشت و شہر سب کو فکر ہے اپنی
نہ جانے کس طرف اب کے ہواؤں کا نشانہ ہے

ہمارا شہر دنیا میں انوکھا شہر ہے منظرؔ
یہاں ہر غم حقیقت ہے مسرّت اک فسانہ ہے

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

خونِ دل لٹائے جا روشنی ضروری ہے
رات بھر چراغوں کی زندگی ضروری ہے

آئے ہو تو یادوں کے نقش چھوڑتے جاؤ
گھر میں کچھ امیدوں کی چاندنی ضروری ہے

قطرہ قطرہ دریا کو پی کے لطف پاؤ گے
پیاس مت بجھا لینا تشنگی ضروری ہے

ربط اس جوانی کا ہوش سے نہیں ملتا
اس حسین موسم میں بے خودی ضروری ہے

غم نہ ہوں تو خوشیوں کا لطف ہی نہیں آتا
حسن کے سمجھنے کو داغ بھی ضروری ہے

☆

کروٹ کروٹ خالی بستر چبھتا ہے
اک کانٹا سا دل کے اندر چبھتا ہے

قاتل سے فریادیں کر کے روتے ہیں
جب اپنی شہ رگ میں خنجر چبھتا ہے

میرے ساتھ چلیں گے میرے رہبر کیا
ان کے پیروں میں تو کنکر چبھتا ہے

وہ میکے سے غربت لائی تھی سسرال
اس کو گھر بھر کانٹا بن کر چبھتا ہے

جھوٹی تعریفوں کے پھول نہیں کھلتے
سچ کا کانٹا دل کے اندر چبھتا ہے

بھوکے چہرے جب آنکھوں میں پھرتے ہیں
منظر کو پھولوں کا بستر چبھتا ہے

☆

چاہتے ہم بھی تھے کہا نہ گیا
فاصلہ ان سے بھی رکھا نہ گیا

وہ تو نظریں جھکائے بیٹھے تھے
کچھ مگر ہم سے ہی کہا نہ گیا

آسمان ان کے زیرِ پا آیا
ہار کر جن کا حوصلہ نہ گیا

چاروں جانب سے ہو چکا پتھراؤ
کرسیوں کا مگر نشہ نہ گیا

ترک کی رسمِ رہبری میں نے
جس طرف کو تھے نقشِ پا نہ گیا

بن گیا ہر یزید وقت کی موت
رائیگاں خونِ کربلا نہ گیا

عمر بھر لذتیں چکھیں لیکن
ان کے ہونٹوں کا ذائقہ نہ گیا

اس نے تدبیر کی بہت لیکن
زخم دیوار کا بھرا نہ گیا

میری منزل ہے اس طرف منظرؔ
جس طرف کوئی راستہ نہ گیا

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

گرمیوں بھر ہوا میں لہراؤ
سردیوں میں لحاف بن جاؤ

آج سوئی ہیں پھر گھروں کی چھتیں
آؤ پھر چاندنی کو شرماؤ

لڑکیاں تیز و تند دریا ہیں
کشتیِ دل سنبھل کے لے جاؤ

جسم تپ کر الاؤ بن جائے
بادلو اس قدر نہ ترساؤ

پھول ہو تم لٹاؤ مجھ پہ بہار
اور مہکاؤ اور مہکاؤ

صرف باتوں سے وہ نہ سمجھے گا
آئینہ بن کے اس کو سمجھاؤ

چاند رکھتے ہیں سب ہی آنکھوں میں
بات جب ہے دیئے کو اپناؤ

زخم کہتے ہیں جاگتے رہنا
اور تھکن کہہ رہی ہے سو جاؤ

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

خوب صورت کہانیوں جیسا
روپ اس کا ہے رانیوں جیسا

اپنا گھر خود اجاڑ دیتے ہیں
دل ہے ہندوستانیوں جیسا

اب نہ آئے عذاب ہم پہ کبھی
آپ کی حکمرانیوں جیسا
دوسرا سکھ نہیں زمانے میں
حسن کی مہربانیوں جیسا

شہر میں قحطِ آب تھا نہ رہا
خون بہتا ہے پانیوں جیسا

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

آنسو بھی جگمگا اٹھے زخم بھی مسکرا دیئے
ایک تمہاری یاد نے کتنے دیئے جلا دیئے

خوشبو و رنگ و نور کی بارشیں ہم پہ ہو گئیں
تیری سپردگی نے سو سو چمن کھلا دیئے

اہل وفا نے زندگی ، کوئی کمی نہیں رکھی
نیزوں پہ سر سجا دیئے قرض بھی سب چکا دیئے

ہم تیرے جانشین ہیں یہ بھی ثبوت دے دیا
دیکھ زمیں پہ رہ کے بھی ہم نے فلک جھکا دیئے

لائے نہیں بہار ہم شہر میں اب کے دوستو
لاشوں کے بیج ڈال کر سبزۂ و گل اگائیے

ایک وہی تو آج کل سب کی نظر کا نور ہے
شہر میں اس کے حسن نے چاند تو سب بجھا دیئے

☆

میری عظمتوں کے نشاں کُھل گئے
اُڑا میں تو سات آسماں کُھل گئے

سمندر کو روندیں گی اب کشتیاں
ہوا چل پڑی بادباں کُھل گئے

کُھلا مجھ پہ وہ گلبدن اس طرح
کہ جیسے درِ گلستاں کُھل گئے

اِدھر ایک سچائی لب پر کھلی
اُدھر سارے تیر و کماں کُھل گئے

قیامت ہوا اس کا چھونا مجھے
کہ منہ بند آتش فشاں کُھل گئے

بہت دن رہے دور ہم سے مگر
وہ بس ایک دن ناگہاں کُھل گئے

ہوائے زمانہ نے چھوڑا نہیں
جو محفوظ تھے سب مکاں کُھل گئے

ابھی مجھ پہ حالات ٹوٹے ہی تھے
کہ گندم نما مہرباں کُھل گئے

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

غموں سے درد سے زخموں سے تلواروں سے ڈرتے ہیں
محبت کیا کریں گے وہ جو انگاروں سے ڈرتے ہیں

ڈریں کیا قتل و خوں سے یہ سیاست کے کھلونے ہیں
ہمارے رہنما تو صرف اخباروں سے ڈرتے ہیں

دسیرا عید ، بیساکھی ، دیوالی اب بھی آتے ہیں
مگر اب حال یہ ہے لوگ تہواروں سے ڈرتے ہیں

کُھلے دشمن سے ڈرنے میں تو گھبراتے نہیں لیکن
ہم اپنی آستینوں میں چھپے ماروں سے ڈرتے ہیں

یہ کیسا سانحہ گزرا ہے اہلِ شہر پر منظرؔ
کہ اپنے شہر اپنے گھر کی دیواروں سے ڈرتے ہیں

☆

موسم وہ چاہتوں کے نہ جذبات رہ گئے
اک خواب بن کے پیار کے لمحات رہ گئے

کاغذ پہ داستانِ ستم آ گئی مگر
ہو کر لہولہان میرے ہات رہ گئے

سارا سکون گاؤں کی بانہوں میں آ گیا
شہروں کی قسمتوں میں فسادات رہ گئے

گھبرا گئے غموں سے تو پی تو اس قدر شراب
ہونٹوں پہ تلخیوں کے نشانات رہ گئے

اس وقت ہائے موت نجومی کو آ گئی
جب میرے پاس چند سوالات رہ گئے

☆

اس کو پہلی بار خط لکھا تو دل دھڑکا بہت
کیا جواب آئے گا کیسے آئے گا ڈر تھا بہت

جان دے دیں غ ے اگر دنیا نے روکا راستہ
اور کوئی حل نہ نکلا ہم نے تو سوچا بہت

اب سمجھ لیتے ہیں میٹھے لفظ کی کڑواہٹیں
ہو گیا ہے زندگی کا تجربہ تھوڑا بہت

سوچ لو پہلے ہمارے ہاتھ میں پھر ہاتھ دو
عشق والوں کے لیے ہیں آگ کے دریا بہت

وہ تھی آنگن میں پڑوسی کے میں گھر کی چھت پہ تھا
دوریوں نے آج بھی دونوں کو تڑپایا بہت

اس سے پہلے تو کبھی احساس ہوتا ہی نہ تھا
تجھے مل کر سوچتے ہیں رو لیے تنہا بہت

آنکھ ہوتی تو نظر آ جاتے چھالے پاؤں کے
سچ کو کیا دیکھے گا اپنا شہر ہے اندھا بہت

☆

تبدیلی نہیں کی کوئی کردار میں اس نے
سب داغ چھپا رکھے ہیں دستار میں اس نے

وہ تو خود فرشتہ ہے یہ اوروں کے لیے میں
آئینے سجانے ہیں جو دربار میں اس نے

اب اپنی پہنچ سے وہ بہت دور نہیں ہے
سورج کو چھپا رکھا ہے جس غار میں اس نے

پھر میری خبر گیری کو واپس نہیں آیا
ٹھہرا تو دیا سایہ دیوار میں اس نے

اب دیکھئے کس رنگ سے اٹھتی ہے قیامت
سچ کہہ تو دیا شہرِ گنہگار میں اس نے

بیچارے نے قیمت تو چکائی تھی گلوں کی
انگارے رکھے دستِ خریدار میں اس نے

منظر میرے دل کو میرے احساس چھو کو
دھڑکن سی جگا دی ہے ہر ایک تار میں اس نے

☆

جب سے تم بچھڑے ہو پت جھڑ راس رچاتے ہیں
سارے موسم میرے گھر میں خاک اڑاتے رہتے ہیں

آپ سے کیا امید رکھیں ہم تبدیلی لے آنے کی
آپ پرانی تصویروں میں رنگ لگاتے رہتے ہیں

کام پڑے ہیں کتنے ادھورے پر لوگوں کا حال یہ ہے
داغ دکھاتے رہتے ہیں یا زخم سجاتے رہتے ہیں

آئے گا اپنا بھی زمانہ ہم بھی راحت دیکھیں گے
ترسے ہوئے بچوں کو اپنے یہ سمجھاتے رہتے ہیں

سیدھے سچے جی لینا تو دنیا میں ناممکن ہے
موقع دیکھ کے ہم بھی سب سے ہاتھ ملاتے رہتے ہیں

اہل سیاست کس کے ہوئے ہیں ان سے توقع مت رکھیے
موسم تو آخر موسم ہیں آتے جاتے رہتے ہیں

پیار ، وفا ، ہمدردی ، یاری منظر سب کچھ دیکھ لیا
ٹوٹے شیشے دل میں چبھ کر خون رُلاتے رہتے ہیں

☆

نام جس کا گلشن میں رُت بہار والی ہے
میری آرزؤں پر اس نے خاک ڈالی ہے

رات بن کے آتی ہے صبح شہر میں اپنے
روشنی کہاں ڈھونڈیں روشنی بھی کالی ہے

یوں تو پیار لوگوں کا میرے ساتھ ہے لیکن
ماں تیری دعاؤں کی بات ہی نرالی ہے

کاغذی بہاروں کو خونِ دل سے مہکا کر
ہم نے تیرے وعدوں کی آبرو بچالی ہے

جان بچا لی اس نے دی شرر کو آزادی
جانتا تھا وہ گھر میں آگ لگنے والی ہے

عطر اس کی سانسوں کا گُھل رہا ہے سینوں میں
زندگی کی یہ ساعت کس قدر نرالی ہے

چاروں اور تلواریں سر پہ دیکھ کر منظؔر
ہم شکست خوردوں نے پھر سپر اٹھا لی ہے

☆

ختم ہو جائیں امنگیں یہ ستم مت کرنا
باغبانو ، نئی شاخوں کو قلم مت کرنا

فن کی سچائی پہ انسان کا ایمان ہے ابھی
فن کا بیوپار کبھی اہل قلم مت کرنا

دوستی کہتے ہیں اس کو کہ جھکے سر اٹھیں
سر جھکا دے جو کسی کا وہ کرم مت کرنا

آدمیت کو بچانے کو اگر آئے سوال
ایسے عالم میں غم دیر و حرم مت کرنا

رونے والے پہ ہنسا کرتی ہے دنیا پیارے
اپنی آنکھوں کو کسی حال میں نم مت کرنا

حوصلہ ہو تو اڑانوں میں مزا آتا ہے
پر بکھر جائیں ہواؤں میں تو غم مت کرنا

زندگی جہد و عمل سے ہے عبارت منظرؔ
مشکلیں راہ میں آئیں بھی غم مت کرنا

☆

دولت کا آج کل ہے اجارہ زمین پر
دشوار ہو گیا ہے گزارہ زمین پر

آنچل نہ بھر سکیں گے ستاروں سے آپ کا
ہم آدمی ہیں گھر ہے ہمارا زمین پر

یادیں تمہاری ، خواب تمہارے ، تمہارا غم
ان موسموں نے ہم کو سنوارا زمین پر

ٹوٹی نہ آسماں سے قیامت کوئی مگر
انساں نے اپنے آپ کو مارا زمین پر

پھر چلئے کربلا کی طرف نقدِ جاں لئے
مٹنے لگا نشان ہمارا زمین پر

اک جان ہے سو وہ بھی امانت اسی کی ہے
کچھ بھی نہیں ہمارا تمہارا زمین پر

منظرؔ ہمیں جہان کی دولت سے کیا غرض
ماں کی دعا ہے اپنا سہارا زمین پر

☆

سحر نے اندھی گلی کی طرف نہیں دیکھا
جسے طلب تھی اسی کی طرف نہیں دیکھا

قلق تھا سب کو سمندر کی بے قراری کا
کسی نے مڑ کے ندی کی طرف نہیں دیکھا

کچوکے دیتی رہیں غربتیں مجھے لیکن
مری انا نے کسی کی طرف نہیں دیکھا

سفر کے بیچ یہ کیسا بدل گیا موسم
کہ پھر کسی نے کسی کی طرف نہیں دیکھا

تمام عمر گذاری خیال میں جس کے
تمام عمر اسی کی طرف نہیں دیکھا

یزیدیت کا اندھیرا تھا سارے کوفے میں
کسی نے سبط نبی کی طرف نہیں دیکھا

جو آئینے سے ملا آئینے پہ جھنجھلایا
کسی نے اپنی کمی کی طرف نہیں دیکھا

مزاج عید بھی سمجھا تجھے بھی پہچانا
بس ایک اپنے ہی جی کی طرف نہیں دیکھا

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

ناکام کہیں ایسا مقدر نہیں دیکھا
خوشیوں نے کبھی ہم کو پلٹ کر نہیں دیکھا

ہاں خاک اڑاتے ہوئے موسم تو ملے ہیں
موسم کی ہتھیلی پہ گل تر نہیں دیکھا

یوں مجھ سے کوئی میرا پتہ پوچھ رہا ہے
اس نے کبھی جیسے کہ میرا گھر نہیں دیکھا

دیکھا ہے ابھی چاند نکلتے ہوئے تم نے
بپھرا ہوا بے چین سمندر نہیں دیکھا

کیا ظلم ہے اوجھل ہوئے جاتے ہو نظر سے
میں نے تو ابھی آنکھ بھی بھر کر نہیں دیکھا

یوں محوِ عبارت ہوئے ہم یاد میں ان کی
پھر دل سے کبھی جھانک کر باہر نہیں دیکھا

منظرؔ یہ میرا شہر ہے سچائی کا مقتل
سچائی کے شانوں پہ یہاں سر نہیں دیکھا

☆

صرف خوابوں سے مقدر بننے والا
ان زمینوں پہ ترا گھر نہیں بننے والا

لوگ کہتے ہیں کہیں ظلِ الٰہی تجھ کو
اہلِ دانش کا تو ہمسر نہیں بننے والا

دل سے وہ آگ نکالا کہ زمین روشن ہو
قطرۂ اشک سمندر نہیں بننے والا

نام پر خوب جہیزوں کے سمیٹو آنسو
یہ مگر طے ہے مقدر نہیں بننے والا

حاکمِ شہر نے پتھر میں سمادھی لی ہے
لفظ اس کے لیے خنجر نہیں بننے والا

بستیاں پیار کی مٹی سے ہوئی ہیں تعمیر
بغض کی ریت سے اک گھر نہیں بننے والا

ٹوٹے شیشوں کے ہیں ٹکڑے میرے احباب تمام
کوئی ہمدم کوئی دلبر نہیں بننے والا

☆

تم ہو محفل میں تو میری چشم تر دیکھے گا کون
چاند کے آگے بھلا داغِ جگر دیکھے کون

یاد کے سوکھے گلابوں سے سجا ہے دل کا باغ
زخم یہ گذرے دنوں کے اب مگر دیکھے گا کون

آپ ہی کی ہے عدالت آپ ہی منصف بھی ہیں
یہ تو کہیے آپ کے عیب و ہنر دیکھے گا کون

میں ہی اپنا محتسب بن جاؤں ورنہ دوستو
گمرہِ منزل ہوں یا ہوں راہ پر دیکھے گا کون

بجلیاں بھر پاؤں میں آگے زمانے سے نکل
بن گیا جو تو غبارِ رہ گذر دیکھے گا کون

ایک دن مظلوم بن جائیں گے ظلموں کے جواب
اپنی بربادی کا ماتم عمر بھر دیکھے گا کون

منظؔر اپنے خون سے اس شاخ کو سرسبز کر
گر زباں مٹ جائے گی تیرا ہنر دیکھے گا کون

☆

بے سبب نہیں جلتے گھر وفا شعاروں کے
آندھیاں بڑھاتی ہیں حوصلے شراروں کے

میرے دل سے گذرے تھے وہ یہ بھول بیٹھے ہیں
کون یاد رکھتا ہے نام رہگذاروں کے

وقت کے بدلتے ہی پھر بدل گئے چہرے
میرے جاں نثاروں کے میرے غمگساروں کے

ہم نے ل کو بہلایا خوب ان کھلونوں سے
خواہشیں بہاروں کی خواب ماہ پاروں کے

آپ اشک پہ لیجیے ورنہ رائیگاں ہوں گے
ان دیوں کی کیا ہستی شہر میں ستاروں کے

باغباں کی باتوں کا اعتبار مت کرنا
یہ جو پھول مہکے ہیں زخم ہیں بہاروں کے

مجھ کو اپنی شہرت پر غرور ہو منظر
وقت نے مٹا ڈالے نام شہریاروں کے

☆

کہاں کی دوستی ڈھونڈنے سے اپنا پن نہیں ملتا
ہمارے آنسوؤں کو اب کوئی دامن نہیں ملتا

زمینیں تنگ ہوتی جا رہی ہیں نسل انساں پر
مکاں ملتے ہیں شہروں میں مگر آنگن نہیں ملتا

ہمارے عہد کے بچے تو گم ہیں فکر روزی میں
وہ کیا کھیلیں کھلونوں سے جنہیں بچپن نہیں ملتا

سمجھنے ہی نہیں دیتی سیاست کو ہم سچائی
کبھی چہرہ نہیں ملتا کبھی درپن نہیں ملتا

ہمارے ملک کے مندر تو دلہن بن گئے لیکن
ہماری بیٹیوں کے ہاتھ کو کنگن نہیں ملتا

اسیر شہر ننگ جسم کیا کپڑوں سے ڈھانپے گا
یہاں تو آرزؤں کو بھی پیراہن نہیں ملتا

☆

تمہارا نام کہ نام و نسبت سے اونچا ہے
ہمارا سر تو ہمارے سبب سے اونچا ہے

اس اندھے شہر میں کس سے کہیں کسے سمجھائیں
صداقتوں کا یہ سورج تو کب سے اونچا ہے

یہ آدمی ہے کہ شیطان جس سے شرمندہ
یہ آدمی ہے جو دنیا میں سب سے اونچا ہے

ضمیر بیچنے والے ضمیر بیچ مگر
ذرا یہ سوچ کہ تو کس سبب سے اونچا ہے

اتارے جاؤ گے جب تخت سے تو جانو گے
بٹھانے والا ہی دراصل سب سے اونچا ہے

وہ سر جو نیزے پہ رکھا گیا ہے سورج ہے
یہی سبب ہے کہ دیوارِ شب سے اونچا ہے

☆☆☆☆

The End---------ختم شد---------